تفہیمات

نتیجہ افکار سید شبیر محمد صاحب ترمذی، ڈپٹی ڈائرکٹر تعلیمات، ریٹائرڈ

تمہید، سید صاحب نے اپنی نظم دلپذیر کی توضیح و تفہیم کے لئے جو نکات عالیہ ذیل میں درج کئے ہیں وہ اپنی ندرت اور افادیت دونوں کے لحاظ سے موتیوں میں تولنے کے لائق ہیں، جو لوگ تصوف کے قائل نہیں ہیں۔ انشاء اللہ انہیں بھی ان حقائق و معارف کے مطالعہ سے بہت فائدہ ہوگا۔ اور ان کے اذہان کے بہت سے تاریک گوشے منور ہو جائیں گے۔

——— مدیر ———

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ جناب رسالتمآب سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام کائنات میں وہ مقام حاصل ہے۔ جس کی بلندی اور وسعت کو کوئی اور ذات نہ پہنچی ہے اور نہ پہنچ سکتی ہے۔

انسانی وجود میں چونکہ قلب ہی نورِ محمدؐ کی اور نورِ محمد کے ذریعے نورِ ذات کی جلوہ گاہ ہے۔ اس لئے ہر انسان حمد و نعت کے مضمون سے صرف اُسی حد تک لطف اندوز ہو سکتا ہے جس حد تک اُس کے اپنے قلب کی نوری صلاحیت کسی نہ کسی رنگ میں پیدا ہو چکی ہو۔ جن حضرات نے آنحضرتؐ کی ذاتِ گرامی، اور اُن کے مقامات و صفاتِ خصوصی کے متعلق پہلے سے کچھ غور فرمایا ہے، اُن کے ذہن میں تو "پیکر رحمت" کے مطالعہ سے کوئی اُلجھن پیدا نہیں ہو سکتی۔ لیکن تعلیم یافتہ اصحاب کا وہ طبقہ جنہیں اسلامی کُتب کے مطالعہ یا بزرگان دین کی صحبت سے مستفیض ہونے کا زیادہ موقع نہ ملا ہو۔ ممکن ہے کہ وہ فکری کاوش کے باوجود اس نعت کے بعض حصّوں کو پورے طور پر سمجھنے سے قاصر رہیں۔ لہٰذا ایسے دوستوں کی سہولت کے لئے ذیل میں نورِ ذات اور نورِ محمد کی تفہیم کے متعلق کچھ اشارات لکھے جاتے ہیں، اُمید ہے کہ ان اشارات کو سمجھ لینے کے بعد اگر وہ پھر ایک دفعہ نعت کا مطالعہ فرمائیں گے تو انہیں کبھی اس کا کوئی حصّہ مشکل معلوم نہیں ہوگا۔ بلکہ ہو سکتا ہے کہ وہ ساری نعت کے مضمون سے پہلے کی نسبت زیادہ دلچسپی محسوس فرمائیں۔

۱۔ انسان اللہ تعالیٰ کی تخلیقی صنعت کا شاہکار ہے اور حضور سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس صنعت کا نقش اوّل اور نقش اکمل ہونے کی حیثیت سے اُس کی قدرت کاملہ کا بہترین نمونہ ہیں۔

۲۔ حضورؐ اُن تمام صفات الٰہیہ کے مظہر اَتم ہیں جو خالق سے مخلوق میں امکانی طور پر منتقل ہو سکتی ہیں، باقی انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی جگہ جزوی طور پر صفات الٰہیہ کے مظاہر ہیں۔ لیکن آنحضورؐ جامع الصفات ہیں اور ظاہر و باطن مجسم نور ہیں۔

۳۔ نور کیا چیز ہے؟ نور کی کوئی جامع اور واضح تعریف کرنا بہت ہی مشکل کام ہے، بلکہ نور کی کسی تعریف کا ادراک بھی عام عقل و فکر کی حدود سے باہر ہے۔ یہاں اجمالی طور پر صرف اتنا سمجھ لینا کافی ہوگا کہ نور روحِ عظیم کی قوت تجلّی کا نام ہے۔ اور نور ہی زمین و آسمان میں ہر چیز کی طاقت کا مصدر و ماخذ ہے۔

۴۔ اللہ تعالیٰ کی تخلیقی قدرت کی پہلی جامع تجلی (RADIATION) نور محمدؐ ہے۔ اور نور محمدؐ ہی تمام کائنات کیلئے سرچشمۂ حیات ہے

۵۔ تمام انوار وتجلیات کا ابتدائی مرکز خود اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات ہے اُس کی ذات نور، اُس کی صفات نور، اُس کا علم نور، اُس کا کلام نور۔ ارادہ نور، عزم نور، خیال نور، اُس کا ہر اسم اور ہر حکم نور، اُس کی ہر صفت نور، ہر نعمت نور، ظاہر نور باطن نور۔ اوّل نور آخر نور۔ اللہُ نورُ السمٰوٰتِ والارض،

۶۔ انوار وتجلیات کا ثانوی مرکز جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہے جو تمام صفات حسنہ کی حامل ہے۔

۷۔ نور تمام قوت وحیات کا مصدر ضرور ہے لیکن نور کوئی مجہول طاقت نہیں جس سے غیر شعوری طور پر مختلف قسم کے تغیرات خود بخود ظہور پذیر ہوتے ہیں، نور کی ہر تجلی اپنے مرکز کی صفاتِ خصوصی کی حامل ہوتی ہے یعنی اُس میں حکمت ودانش شعور وفہم تنظیم و ترکیب وغیرہ کی وہ تمام صلاحیتیں موجود رہتی ہیں، جو اس تجلی کی غرض وغایت کی تکمیل کے لئے ضروری ہوتی ہیں۔

۸۔ ہر نوع حیات کا اپنا ایک دور یا سائیکل ہوتا ہے جس کا نقطہ انجام کم وبیش وہی ہوتا ہے۔ جو جوہری حالت میں اُس کا نقطہ آغاز ہوتا ہے۔ مثلاً ایک درخت کی زندگی کا دور بیج سے شروع ہوتا ہے۔ اور بیج ہی پیدا کرنے پر ختم ہوتا ہے۔

۹۔ حیات کائنات کی ابتداء نور محمدؐ سے ہوتی ہے۔ اور بہ ہیئت مجموعی نور محمدؐ ہی اُس کا مقصود ومنتہا ہے۔

۱۰۔ چونکہ نورِ ذات کی پہلی تجلی نور محمدؐ ہے۔ اور نور محمدؐ سے ہی تمام خلقت پیدا ہوئی ہے۔ اس لئے خالق اور مخلوق کے درمیان نور محمدؐ ایک لازمی ازلی اور ابدی واسطہ ہے۔ اس نور کی وساطت کے بغیر نہ کوئی نعمت وبرکت یا رحمت وراحت خالق کی طرف سے مخلوق تک پہنچتی ہے اور نہ مخلوق کی طرف سے کوئی خیال دعا یا پکار خالق تک رسائی حاصل کر سکتی ہے۔

۱۱۔ عالم مشہود میں کسی شے کے اندر کوئی ایسی صفت ظاہر نہیں ہوتی۔ جو عالم امر میں کسی نہ کسی شکل میں اُس شے کے جوہر میں موجود نہ ہو۔

۱۲۔ کسی چیز کے کل کی تمام جوہری خصوصیات کسی نہ کسی حالت میں اُس کے ہر جزو میں قائم رہتی ہیں۔ اور ہر جزو سے کل کا کام لینے کے لئے قوانین قدرت کے کسی ماہر کی ضرورت ہوتی ہے۔

۱۳۔ قدرت کاملہ نے ہر نوع حیات میں تجدد امثال (REPRODUCTION OF SPECIES) اور تعدد امثال (MULTIPLICITY OF SPECIES) کا خاص اہتمام کیا ہے، ہر نوع میں کل سے جز اور جزو سے کل کا نزولی اور صعودی دور حیات ہر وقت قائم اور جاری ہے اور بقائے دنیا تک جاری رہے گا مثلاً بیج سے درخت اور درخت سے بیج۔ انڈے سے مرغی اور مرغی سے پھر انڈا وغیرہ، وغیرہ،

۱۴۔ سائنس کی موجودہ تھیوری یہ ہے کہ انرجی یا قوت کی پہلی ہیئت اور آخری ہیئت روشنی ہے یعنی مادہ روشنی کی تبدیل شدہ شکل ہے۔ اور بالآخر مختلف تبدیلیوں کے ذریعے روشنی ہی کی شکل اختیار کر لیتا ہے،

اس تھیوری یا قیاس کا رخ اگرچہ صحیح ہے، لیکن یہ حقیقت سے ابھی دور ہے، کیونکہ قوت کی ابتدائی اور آخری شکل روشنی نہیں بلکہ نور ہے روشنی خود نور کی تبدیل شدہ حالت ہے۔ نور محمد سے ستر ہزار تبدیلیوں کے بعد روشنی کا وجود آتا ہے۔ اور پھر روشنی سے تقریباً اتنی ہی تبدیلیوں کے بعد مادی اجسام ظہور پذیر ہوتے ہیں۔

۱۵۔ مادے کا جوہر روشنی ہے۔ اور روشنی کا جوہر نور ہے۔ جس طرح مادے کے چھوٹے سے چھوٹے ذرے میں بھی دو جوہری اجزاء کا التزام ہوتا ہے۔ اسی طرح جوہری قوت کے اصل یعنی نور میں بھی ایسے دو اجزاء کا وجود لازم ہے۔ نور کے ان جوہری اجزاء کا اعتباری نام جمال

اور جلال ہے، جنہیں حسن اور عشق بھی کہتے ہیں۔

۱۶۔ مادے کی جوہری زندگی پروٹونز اور الیکٹرون کی مسلسل محوری حرکت پر منحصر ہے۔ اگر ہر ایک جزو کی یہ مرکزی حرکت بحالہ بند ہو جائے۔ تو جوہری سیل (CELL) مردہ متصور ہوگی اور اگر دونو اجزاء کسی وجہ سے باہم مخلوط ہو جائیں تو جوہری حیات ختم نہیں ہوگی، بلکہ مخفی ہو جائے گی جو پھر کسی عمل سے بیدار کی جاسکتی ہے۔ اسی سے نور کی فعالی اور غیر فعالی حالت کا قیاس کیا جاسکتا ہے۔

۱۷۔ جس طرح بجلی کی مخفی قوت کو پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ کسی عمل سے اُس کے ہر دو اجزاء مثبت اور منفی کو علیحدہ علیحدہ فعال کیا جائے اسی طرح قوت نور بھی اُس وقت تک کارفرما نہیں ہوتی جب تک اُس کے ہر دو اجزاء جمال اور جلال یا حسن و عشق الگ الگ جلوہ گر نہ ہوں۔

۱۸۔ نورِ قدیم نور کی اُس مخفی قوت یا غیر فعالی حالت کا نام ہے، جس میں اُس کے اجزائے ترکیبی جمال و جلال ابھی اپنی اپنی جداگانہ شان میں جلوہ گر نہیں ہوئے تھے، نور کی اس مخفی قوت کو اللہ تعالےٰ نے کنزِ مخفی سے تعبیر کیا ہے۔

۱۹۔ اگرچہ ترکیب ذاتی کے اعتبار سے خالق نور اور مخلوق نور اپنے جواہر ازلی و ابدی یعنی جلال و جمال پر مشتمل تھے، لیکن اُن کی ہیئت کذائی میں آفرینش کائنات کی غرض سے روزِ اول ہی تھوڑا سا فرق رکھا گیا تھا۔ جسے صوفیائے کرام میم کا پردہ کہہ لیتے ہیں، وہ فرق جمال و جلال یا حسن و عشق کے انوار کی باہمی ترتیب میں تھا جس کی صورت نعت کے تیسرے بند میں حاشیہ پر واضح کر دی گئی ہے۔

۲۰۔ نورِ اول کی پہلی تجلی جو غیر معین فضائے بسیط میں پورے زور کے ساتھ ہر سمت اور ہر جانب ظہور پذیر ہوئی اور ذات و صفات کی خصوصیات سے بھرپور اور مرکز نور کو محیط تھی وہ تجلی نورِ محمدؐ کا ہیولا قرار پائی جسے محض سہولت بیان کے لئے اور تفہیم مدعا کے لئے مخلوق نور کہا گیا ورنہ حقیقت میں یہ نور خود نور ذات کا ظہور تھا نہ کہ اُس کی تخلیق۔

۲۱۔ نورِ محمدؐ کے اس ہیولے میں کائنات کی تمام اشیاء کے ہیولے شامل تھے، اس میں زمین آسمان فرشتے انسان چرند پرند شجر حجر وغیرہ ایک ترتیب کے ساتھ اپنی اپنی جوہری حالت میں اس طرح محفوظ و موجود تھے جس طرح ایک بڑے تن آور درخت (مثلاً بڑ) کی جڑیں تنا، شاخیں، پتے اور پھول وغیرہ سب کے سب اُس کے بیج میں ترتیب وار موجود ہوتے ہیں۔

۲۲۔ اللہ تعالےٰ کے امر کُن کے ماتحت جو تمام خلقت فوراً پیدا ہوگئی۔ اُس کا یہ مطلب نہیں کہ آن واحد میں تمام موجوداتِ عالم اس شکل و ہیئت میں ظاہر ہو گئے، جس میں اب وہ نظر آتے ہیں، بلکہ اس امر کُن کا نتیجہ یہی تھا کہ ہر شے اپنی جوہری حالت میں یا نیوکلیر فارم (NUCLEAR FORM) میں اپنے اپنے مقام پہ نورِ محمدؐ میں مرتب ہوگئی اور پھر اپنی فطری اور جوہری قوت کے مطابق خدائی نظم و نسق کے ماتحت ہزارہا امتزاجی تبدیلیوں کے بعد اپنے اپنے وقت پر اور اپنے اپنے جداگانہ رنگ میں ظہور پذیر ہوئی۔

۲۳۔ نورِ محمدؐ سے لے کر روشنی کے وجود تک عالمِ امر کہلاتا ہے، جس میں امرِ ربی سے ہر شے کا نوری ڈیزائن تیار ہوتا ہے اور ہر آنے والے تغیر و تبدل کا بنیادی اہتمام ہوتا ہے۔ اُس کے بعد روشنی سے مادے کی آخری ہیئت پذیری تک عالم شہود کہلاتا ہے۔ جو حواس خمسہ پر اثر انداز ہوتا ہے۔

۲۴۔ انسانی وجود اگرچہ مادی ہے لیکن اُس کی ہیئت کذائی دوسرے مادی اجسام کی طرح کسی ارتقائی عمل یا نور کی امتزاجی تبدیلیوں کا نتیجہ نہیں انسانی وجود صنعت خداوندی کا ایک خاص کرشمہ ہے، جس کی صورت گری اُس وقت ہوئی جبکہ عالم شہود میں تمام انواع حیات اور

تمام موجودات اپنی اپنی جگہ مرتب ہو کر سرگرم کار ہو چکے تھے،

۲۵۔ موجودہ انسانی تعمیر کے لئے اللہ تعالےٰ نے عالم شہود میں سے ہر قسم کے مادے کا بہترین حصّہ منتخب کیا اور اپنے دست قدرت سے اُن سب کی آمیزش کر کے ایک خاص شکل و ہیئت کا ڈھانچہ تیار کیا یا کروایا جس میں تنظیم و ترکیب و ترتیب و تناسب کا کمال اُس کی اپنی قدرت کے کمال پر دال تھا۔ پھر اُس عنصری ڈھانچے میں اپنی روح پھونک کر اُس میں حیات ظاہری کا اجراء بھی کیا اور اس کے قلب کو اپنے نور خاص کی تجلّی گاہ بننے کی صلاحیت بھی بخشی،

۲۶۔ اس طرح خُدا نے عالم شہود میں ایک نئی اور خاص الخاص نوعِ حیات کی طرح ڈالی۔ اس نوع کے پہلے نمونے یعنی پہلے انسان کا نام آدمؑ رکھا گیا۔ اس کے تجدّد اور تعدّد کے لئے بھی وہی قاعدہ جاری کر دیا گیا۔ جو اُس کی ظاہری حیات کی قدیمی نوع میں یعنی حیوانات میں پہلے سے جاری تھا۔ اُس غرض کے لئے حضرت آدمؑ ہی کے وجود سے قدرت کاملہ نے مائی حوا کا وجود پیدا کر دیا۔

۲۷۔ جن وجوہ کی بنا پر انسان کو باقی مخلوق پر تفوق یا برتری حاصل ہے، اُن میں سے چھ اُمور بہت اہم اور قابل توجہ ہیں،

(۱) انسان کا مادی وجود اپنی ساخت کے اعتبار سے کائنات کے تمام مادی اجسام کا نمائندہ ہے اور اس طرح اُن تمام انوار محمدؐ کا مظہر ہے جو عالم اُمر سے عالم شہود میں پہنچ کر ہزارہا تبدیلیوں کے بعد ارضی و سماوی اجسام کی شکل اختیار کر چکے ہیں،

(۲) انسانی وجود کو تنظیم و ترکیب اور ترتیب و تناسب کا وہ کمال حاصل ہے، جسے خود اللہ تعالےٰ نے احسن تقویم کہا ہے۔ اور جو کسی اور مخلوق کے حصّے میں نہیں آیا۔

(۳) تمام مخلوق میں صرف انسان کو اللہ تعالےٰ نے نطق، شعور، فکر، خیال اور ارادہ کے انوار سے سرفراز کیا ہے۔

(۴) قلب یا (HEART) کی دولت صرف انسان کو ملی ہے۔ جو نور محمد اور نور محمدی کی وساطت سے نور خدا کی تجلیات کا مورد ہے

(۵) مخلوق میں صرف انسان ہی ہے جس کی نوعی حیات کا آغاز اللہ تعالےٰ نے براہِ راست اپنی روح کے انفاخ سے کیا ہے

(۶) کائنات میں باقی مخلوق کو نورِ محمدؐ سے صرف یہ ایک تعلق حاصل ہے، کہ عالم شہود میں تمام موجودات نور محمد ہی کا ظہور ہیں، لیکن انسان کو سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور سے دوہرا تعلق حاصل ہے۔ ایک بالواسطہ مادی اجسام کے مرکزی نور کے ذریعے اور دوسرا براہ راست اپنے قلب و روح کے ذریعے،

۲۸۔ مندرجہ بالا امتیازات کی بنا پر انسان کو کائنات میں دوہری نمائندگی حاصل ہے۔ ایک طرف وہ اپنے قلب و روح کے نور کی معرفت خدا کا نمائندہ یا نائب ہے، دوسری طرف وہ اپنے وجود کی معرفت موجودات کا نمائندہ اور سربراہ ہے۔

۲۹۔ انسان کے لئے اسرار کائنات کا صحیح علم حاصل کرنے کے دو امکانی طریق ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ عالم شہود میں علم سائنس کے ذریعے مادی اجسام کی سطح کو کرید کرید کر اور اُن کے خواص کا تجزیہ کر کے اُن کی نوری بنیادوں کو دریافت کرے، جن میں صورت و سیرت کے ہزارہا انقلابات و تغیرات کے راز چھپے ہوئے ہیں، دوسرا یہ کہ انسان اپنے قلب کی نوری صلاحیتوں کو بیدار کر کے اپنی روح کو نور محمد میں مدغم کر دے جو نور کہ مخلوق اور خالق کے درمیان لازمی اور لابدی واسطہ ہے اور پھر اُس نور کی کرنوں کے ذریعے حقائق اشیاء پر نظر ڈالے،

۳۰۔ بدیہی طور پر پہلا طریق کار نہایت مشکل، پُر خطر، غیر یقینی اور حوصلہ فرسا ہے۔ کیونکہ عالم شہود اتنی لاتعداد انواع حیات پر مشتمل ہے اور

اتنا وسیع عمیق اور بسیط ہے کہ سارا عالم تو ایک طرف رہا کسی ایک نوع حیات کی مکمل اور نتیجہ خیز تحقیق کے لئے تمام بنی نوع انسان کی مجموعی عمر بھی شاید کافی نہیں ہوگی۔

۳۱ نیز طریق اوّل کی ناکامی اور بھی واضح ہو جاتی ہے۔ اگر یہ یاد رکھا جائے کہ وہ تمام نظام شمسی جس میں ہماری زمین ایک چھوٹی سی بستی ہے تجلی نور ذات کی صرف ایک کرن کا کرشمہ ہے، مرکز نور سے چونکہ ایسی لاتعداد کرنیں ہر سمت میں جلوہ پاش ہوئیں، اس لئے کائنات میں ایسے بے شمار نظام بہ یک وقت وجود میں آکر ایک وسیع سلسلہ حیات کے حامل ہوگئے

۳۲- ظاہر ہے کہ اسرار کائنات معلوم کرنے کا دوسرا طریق نہایت جاذب مؤثر اور مختصر ہے درحقیقت یہ قرآنی تعلیم کی پیروی اور رسول کریم سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مکمل اطاعت ومحبت کا راستہ ہے اس راستے سے حیات انسانی کی منزل مقصود ہر بشر کی امکانی زد میں آجاتی ہے۔

نور محمدؐ میں مدغم ہو کر انسان ایک ایسے بلند اور رفیع مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ جہاں سے اُس کی نوری نظر مقصود حیات کو آن واحد میں بے نقاب دیکھ لیتی ہے، اُس مقام سے ایک طرف تو وہ خدا کی ذات وصفات کا عرفان حاصل کر سکتا ہے۔ اور دوسری طرف ان تمام انوار کی سیر کر سکتا ہے جو آں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نوری وجود سے جاری ہو کر عالم مشہود کے تمام اجساد اور تمام انواع حیات کی باطنی قوت کا باعث ہیں، انہی انوار کے ذریعے وہ تمام اجسام کے باطنی نظام کو ایک نظر میں سمجھ سکتا ہے۔ اور ایک قلیل مدت میں اسرار کائنات پر حاوی ہو سکتا ہے۔

۳۳- نور محمدؐ کا مقام ہی وہ مقام ہے۔ جہاں سے انسان اپنی دوگونہ نمائندگی کا حق ادا کر سکتا ہے۔

ایک طرف اُس کا دل کمال عبدیت کی لذت سے سرشار ہو کر خالق کے حضور میں انتہائی خلوص اور عجز وانکسار سے سربسجود ہوتا ہے اور اُس کے قرب خاص میں داخل ہو کر بے پایاں سرور اور راحت ورانت ابدی سے ہم کنار ہو جاتا ہے دوسری طرف، وہ خود اُس کے نائب خلیفہ یا مختار کی حیثیت سے موجودات کے تمام مخفی رازوں سے واقف ہو کر اُن پر پورا تسلط وتصرف حاصل کر لیتا ہے

۳۴- ہر نوع حیات کی ہر منزل اور ہر منزل پر ہر شکل وہیئت کا ایک متبادل نوری ڈھانچہ ہوتا ہے جو اس کے ساتھ ساتھ تغیر پذیر ہوتا رہتا ہے۔ مادی اجسام کے یہ تمام متبادل نوری ڈھانچے نور کی کرنوں کے ذریعے باہم مربوط اور مرکز نور سے وابستہ رہتے ہیں،

۳۵- ہر انسانی وجود کا بھی ایک نوری ڈھانچہ ہوتا ہے۔ جو اپنے مقام پر مادی اجسام کے بنیادی انوار کا مجموعہ ہوتا ہے۔ انسانی اجساد کے یہ مرکب نوری ڈھانچے بھی باہم مربوط اور نور محمدؐ سے وابستہ رہتے ہیں اور ان کا کنٹرول نور محمدؐ کی وساطت سے اپنے ہاتھوں میں رہتا ہے،

۳۶- جس طرح روشنی کے قوانین کے مطابق کوئی تصویر بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی کی جاسکتی ہے۔ اسی طرح نور کی انتہائی لطافت کے سبب انسان کا نوری ڈھانچہ اتنا بڑا ہو سکتا ہے کہ کائنات کے ذرّے ذرّے میں خود پورے طور پر سما جائے،

۳۷- اگر انسان اپنے اندرونی نور سے فائدہ اُٹھا کر اپنے قلب کی تمام مخفی قوتوں کو بیدار کرے اور نور محمدؐ میں مدغم ہو جائے تو وہ مطلق صفات الٰہیہ کا حامل ہو جاتا ہے۔ اور اُس کا مادی جسم بھی نور محمد کی برکت سے ایک لطیف ہیئت اختیار کر لیتا ہے یہی اس کی فطری ترقی ہے اور یہی اُس کے منعم علیہ ہونے کی منزل ہے۔

۳۸- رُوحِ انسانی روح عظیم کا پرتو ہے اور خداوند عالم کے رازوں میں سے ایک خاص راز ہے۔

۳۹- قلب انسانی وجود انسانی میں بمنزلہ عرش کبریا ہے۔ اور نور محمد کی وساطت سے تجلیات ذات کا مطلع ومخزن ہے۔ اس

جلوہ گاہ نور کو نوری سامان سے ہی آراستہ کرنے کی ضرورت ہے۔

۴۰۔ انسانی عقل اور ضمیر دونوں رُوح انسانی کے انوار ہیں۔ اور دونوں روح کی طرف سے انسانی وجود میں ایجنٹ یا گماشتے کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ضمیر روح کی طرف سے قلب کا نقیب نقاد اور نگران احوال ہے۔ عقل روح کی طرف سے حواس خمسہ کی خبر گیر اور رہبر ہے۔ جن کی صحت پر دماغ انسانی کے فیصلوں کی صحت کا دارومدار ہے۔ اور ساتھ ہی خواہشات نفس کی عنان گیر ہے تاکہ حرص و ہوا کی آلودگی سے قلب انسانی کو محفوظ کر کے اُس کی صحت فکر اور نوری صلاحیتوں کو برقرار رکھے۔

۴۱۔ قلب اور دماغ دونوں روح کی فکری پرواز کے معاون ہیں۔ لیکن قلب کو دماغ پر ایک خاص برتری حاصل ہے۔ دماغ ایک مادی مشین ہے۔ جو اپنے صحیح کام کے لئے حواس خمسہ کی محتاج ہے۔ اور اُس کا دائرہ عمل باصرہ۔ سامعہ۔ شامہ۔ ذائقہ اور لامسہ کی محدود قوا کے مطابق محدود ہے۔ مگر انسانی قلب (۴۸، ۴۳) جو اپنی ساخت میں انسانی دماغ کا خود کفیل نوری ڈھانچہ ہے۔ اُس کے نوری حواس کی رسائی غیر محدود ہے۔ اس لئے اُس کی عملی اور فکری وسعتیں بھی غیر محدود ہیں۔

۴۲۔ مادی قوانین اور روحانی قوانین دو بالکل علیحدہ اور الگ چیزیں نہیں، بلکہ ایک ہی مربوط سلسلہ قانون کے دو سرے ہیں۔ مادی قوانین باریک سے باریک تر ہوتے ہوتے روحانی قوانین کی لطیف سرحدوں میں مدغم ہو جاتے ہیں۔ دونوں میں کوئی حد فاصل نہیں۔ ہاں روشنی کو مادہ اور نور کی درمیانی منزل کہہ سکتے ہیں۔

۴۳۔ مادی قوانین کا علم سائنس کہلاتا ہے۔ اور روحانی قوانین کا علم عرفان۔

۴۴۔ عرفان خیر ہی خیر ہے۔ مگر سائنس ایک حد تک خیر کا موجب بھی ہو سکتی ہے۔ اور شر کا بھی۔

۴۵۔ عرفان سائنس کے بغیر بھی مکمل ہو سکتا ہے۔ لیکن سائنس عرفان کے بغیر نہ صرف نامکمل رہتی ہے بلکہ تباہی اور ہلاکت کا باعث بن جاتی ہے۔

۴۶۔ سائنس کا رُخ صحیح رکھا جائے تو وہ عرفان کی طرف رہنمائی کر سکتی ہے، اس لئے سائنس کا مطالعہ صرف اسی حد تک ضروری ہے جس حد تک یہ عقل انسانی کو عرفان کی ابتدائی منزل کا پتہ دے سکے۔ بعد میں عرفان کی روشنی میں سائنس کی تکمیل بھی آسانی سے ہو سکتی ہے۔ اور مادی اجسام کے اسرار و معارف کی تحقیق بھی نہایت تھوڑے وقت میں ختم ہو سکتی ہے۔

۴۷۔ عرفان نور اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا۔ جب تک انسان اپنے قلب کی صلاحیتوں کو بیدار کر کے تجلیات نور کو برداشت کرنے کے قابل نہ ہو جائے۔

۴۸۔ قلبی صلاحیتوں کو صحیح طریق سے بیدار کرنے کے لئے سرور دو عالم جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت و غلامی لازمی ہے۔ کیونکہ اس غرض کے لئے اُن کی تعلیم سے بہتر کوئی تعلیم نہیں۔

۴۹۔ یہ شرط اس لئے بھی ضروری ہے کہ آں حضور کی ذات برکات قوانین نور کی سب سے زیادہ ماہر اور مظہر ہے۔ اُن ہی کا نور کائنات کی ہر شے میں کارفرما ہے۔ اُنہی کے نور کی تخلیق موجودات عالم کا سب سے بڑا راز ہے۔ اُنہی کے صدقے قلب انسانی تجلی گاہ نور ذات بنا ہے۔ اُنہیں کے فیض سے قوانین نور کا علم انسان کو حاصل ہوا ہے۔ جسے علم لدنی کا نام دیا گیا ہے۔ اُنہی کے ذریعے اللہ تعالےٰ نے حیات انسانی کی رہنمائی کے لئے قرآن پاک کی شکل میں ایک نوری ہدایت نامہ عطا فرمایا۔ انہیں کی زندگی ان ہدایات

الٰہیہ کا بہترین عملی مرقع ہے۔ اور انہوں نے ہی تسخیر کائنات کے سینکڑوں نمونے اپنی ذات سے پیش کر کے انسانی عروج کا رُخ متعین کیا ہے۔ اس ضمن میں مشتے از خروارے کے طور پر چند امور کا اجمالی ذکر کیا جاتا ہے۔

۱۔ عالم بشری میں نزولِ وحی کی تاب لاکر بندوں کو خدا کا کلام سنایا۔ اور ایک مکمل ضابطہ حیات عطا فرمایا۔

۲۔ انگلی کے اشارے سے چاند کو دو ٹکڑے کر دکھایا۔

۳۔ شبِ معراج میں عروجِ بشری کا منتہا دُنیا پر واضح کر دیا۔ اور انتہائی تام کنٹرول اور سپیس کنٹرول کی مثالیں قائم کیں۔ مثلاً

(ا) اپنے جسد مبارک کے ساتھ ایک لمحہ میں افلاک تک بلکہ بالائے افلاک پرواز کیا۔ ملائکہ افلاک کی سلامیاں لینے کے بعد رب ذوالجلال سے بالمشافہ ملاقات و ہم کلامی کا شرف حاصل کیا۔

(ب) اٹھارہ سالی کا زمانہ ایک ثانیہ کی قلیل مدت میں سمیٹ کر رکھ دیا۔

(ج) تمام افلاک کے حالات کو آنِ واحد میں ملاحظہ فرمایا۔ اور

(د) پھر اسی آنِ واحد میں اتنی بلندیوں سے اپنے مقام ارضی پر واپس تشریف لے آئے۔

۴۔ ایک موقع پر اپنے وجودِ مسعود کو زمین کے آبی چشموں سے ہم آہنگ کر کے آنِ واحد میں اپنے دستِ مبارک کی انگلیوں سے پانی کے فوارے جاری کر دیئے۔

۵۔ شجر و حجر کو اپنے حکم سے قوتِ گویائی بخشی اور اُن کے مدعا کو سماعت فرمایا۔

۶۔ بارہا انسانی سمع و بصر کو حضور و غیب کی حدود سے بے نیاز کر کے دُنیا کو متحیر کر دیا۔

۷۔ اپنے پیشرو انبیاء علیہم السلام کے معجزات کی اس طرح تصدیق فرمائی کہ انہیں خود اپنی ذات بابرکات سے متعدد بار صادر فرمایا۔ وعلیٰ ھذا القیاس۔

۵۰۔ سب انسان اپنی اپنی جگہ مظاہر خدا ہیں، اور سب کو اللہ تعالیٰ نے علیٰ قدر مراتب اتنی صلاحیت ضرور ودیعت کر رکھی ہے کہ اگر وہ چاہیں تو اپنے خیال کا تار قلب محمدؐ سے جوڑ کر نیابت الٰہیہ کی استعداد پیدا کر لیں کسی کو اس فطری ودیعت سے محروم رکھنا اُس کی شانِ عدل کے منافی تھا۔ یہ اور بات ہے کہ کوئی اس دولت سے فائدہ اُٹھائے یا نہ اُٹھائے۔

۵۱۔ ودیعت کے کم از کم درجے کی مثال بجلی کے ایک بلب سے دی جا سکتی ہے۔ جس کی اندرونی اہلیت صرف چند ایک باریک تاریں ہیں، اگرچہ اس بلب کے ساتھ کائلز (coils) کنڈینسر گراریاں اور مشینیں وغیرہ نہیں ہیں، جو بجلی کے بڑے سٹیشن کا سامان ہوتا ہے تاہم جب یہی بلب تار کے ذریعے کسی بڑے سٹیشن سے مل جاتا ہے۔ تو اس سٹیشن کی تمام قوت تنویر اس بلب کے ذریعے صرف ہونے لگتی ہے، اسی طرح کم تر ودیعت والا انسان بھی محمدیؐ پاور ہاؤس سے مل کر اس قابل ہو جاتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی تمام قوتیں اس انسان کے وجود سے ظاہر ہو سکیں۔

۵۲۔ اسرارِ کائنات قلوب انسانی پر تو وقتاً فوقتاً منکشف ہوتے ہی رہے ہیں پیغمبروں کے معجزات اور اولیاء اللہ کی کرامتوں کا بڑا مقصد انہی اسرار کی طرف توجہ دلانا تھا۔ دوسرے الفاظ میں معجزات و کرامات سے یہ واضح کرنا مقصود تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے انسانی وجود میں کیا کیا مخفی قوتیں ودیعت کی ہوئی ہیں اور انہیں کس طرح بروئے کار لایا جا سکتا ہے۔ عقل

انسانی کی تدریجی پختگی کے ساتھ ساتھ ان اسرار کے عقلی عرفان کا امکان بھی اب پہلے سے زیادہ روشن ہوگیا ہے۔ بلکہ اس عرفان کی تکمیل کا منطقی تقاضا ہے۔ اس حقیقت کا کہ خدا نے انسان کو اپنی نیابت اور خلافت کے لئے پیدا کیا ہے تخلیق انسانی کا یہ مقصد تبھی پورا ہوسکتا ہے۔ جب بنی نوع انسان بحیثیت مجموعی (صرف وجدانی طور پر ہی نہیں بلکہ) پورے شعوری طور پر تمام اسرار کائنات کا عرفان حاصل کر کے اُن کے استعمال پر قادر ہو جائے اسی بناء پر کہا جا سکتا ہے کہ دُنیا کے اختتام سے پیشتر انشاء اللہ ایک ایسا وقت بھی آئے گا۔ جب عوام الناس میں سے ۵۰ فی صد سے زائد انسان فزیکل آلات کی امداد کے بغیر وہ تمام کام کرنے کی استعداد رکھتے ہوں گے۔ جنہیں ہم اس وقت کرامات سے تعبیر کرتے ہیں۔

۵۳۔ تمام غیر انسانی اقسام حیات کی غرض وغایت انسانی حیات کی خدمت واعانت ہے اور انسانی حیات کا مقصد عظیم کائنات کے راز اور مخفی قوتوں کا تجسس اور خدا کی ذات وصفات کا عرفان ہے۔

۵۴۔ حیات انسانی کے اس مقصد کو مختلف الفاظ میں پیش کیا جا سکتا ہے جو نتیجہ اور مطالب کے اعتبار سے مترادف ہیں مثلاً

(ا) انسانی وجود کو ان تمام صفات الٰہیہ سے آراستہ کرنا جو خالق سے مخلوق میں منتقل ہوسکتی ہیں،

(ب) حقیقت محمدیہ کا عرفان اور صفات محمدیہ کی مشق علیٰ قدر ہمت ومراتب

(ج) نور محمد کی وساطت سے نورِ ذات میں مدغم ہونا۔ اور صفات الٰہیہ کی تحصیل سے دُنیا میں امن وراحت پیدا کرنا

(د) خدا کی خلافت ونیابت کے فرائض ادا کرنے کی لیاقت پیدا کرنا۔

(ہ) خدا کے نائب کی حیثیت سے اسرار کائنات کی تحقیق وتسخیر اور موجودات عالم پر تصرف وتسلط،

(و) قلب کی ودلیعت شدہ مخفی قوتوں کو بیدار کر کے نورِ محمد اور نورِ ذات کا عرفان حاصل کرنا۔

(ز) اخلاق وسیرت کو پاکیزہ کر کے خدا کا قرب حاصل کرنا۔

(ح) آں حضورؐ کی رسالت کے اقرار کے ساتھ خدا کی توحید قائم کرنا۔ اور بنی نوع انسان کو ایک برادری میں منسلک کرنا

(ط) جسم دل ودماغ اور روح کی متوازن ترقی وتربیت سے انسان کو انسان بنانا وغیرہ،

۵۵۔ انسان کا جسم اُس کی روح کی سواری ہے۔ اس لئے مقصد حیات کے حصول کے لئے انسان کا اوّلین فرض یہ ہے۔ کہ وہ جسمانی صحت کے تقاضوں کو بقدر حاجت پورا کرے یعنی مکان لباس، غذا اور نقل وحرکت کے سامان کو اپنی جائز ضرورتوں کے مطابق فراہم کرے لیکن اس فراہمی سامان کو اپنا نصب العین نہ بنائے ویسے تمام دُنیا انسان ہی کی آسائش وسہولت کے لئے پیدا کی گئی ہے اس سے جتنا چاہے تمتع کرے، بشرطیکہ ہر لمحہ اپنا مقصد حیات پیش نظر رکھے اور اُس کی طرف قدم بڑھاتا رہے

۵۶۔ نور محمد تک رسائی حاصل کرنے کیلئے اُن بزرگ ارواح سے استفادہ کیا جا سکتا ہے جو پہلے نورِ محمد میں مدغم ہو کر فائز المرام ہو چکی ہیں، جس طرح کسی آدمی کو اپنے گھر کے لئے بجلی کی تلاش ہو تو اُسے بجلی کے ابتدائی پاور ہاؤس تک تار بڑھانے کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ کسی قریبی مرکز سے تار متصل کر دینے سے ہی اُسے مطلوبہ قوت مل جاتی ہے۔ اسی طرح قلب کا نوری تار اگر کسی کامیاب روح سے جوڑ دیا جائے۔ تو یہ الحاق بہ آسانی نورِ محمدؐ کے فیضان کا سبب بن جاتا ہے۔

نیز یاد رہے کہ باطن کی فطری ودیعت کے مطابق ہر انسان کا قلب کم ازکم نور کی ایک کرن کے ذریعے جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے۔ یہی کرن انسان کی روح کے لئے زینے کا کام دے سکتی ہے اور تمام بزرگ ارواح جن کے ظہور کا تعلق اسی کرن سے ہے، ایک نہایت ہی مفید اور موثر وسیلہ بن جاتی ہیں،

۵۷۔ قصہ کوتاہ نور کی پہلی تجلی سے لے کر مادی اجسام کے آخری شہود تک نور محمد اور ذات محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حیات عالم کا ازلی اور ابدی محور ہے اس لئے ہر انسان کے لئے ان ہی کی جستجو۔ اُن ہی کی اطاعت اور انہی کی ذات گرامی سے عشق و محبت حاصل حیات ہے خالق کا قرب و وصال اور مخلوق پر تصرف و تسلط اس حاصل کا دہرا انعام ہے

صلوٰۃ اللہ تعالےٰ علےٰ خیر خلقہٖ وحبیبہٖ
سیدنا ومولانا محمدٍ وعلیٰ آلہٖ واہل بیتہٖ واصحابہٖ
اجمعین۔ آمین

ہدیۂ عقیدت بحضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

از رانا بھگوان داس بھگوان

السلام اے شاہ خوباں السلام
نازش و رشک حسیناں السلام

شہریارِ عالمِ حسن و جمال
تاجدارِ دین و ایماں السلام

مظہرِ انوارِ خالق روئے تو،
جلوہ گاہِ نورِ رحمٰن السلام

محرمِ اسرارِ تخلیقِ زماں،
اے بنائے بزمِ امکاں السلام

ذاتِ تو سرمایۂ قلب و جگر
جانِ شوق و روحِ ارماں السلام

عظمتِ اولادِ آدم ذاتِ تو
السلام اے فخرِ انساں السلام